مصنف یا دکان کی مہر کے بغیر مال مسروقہ ہے

تذکرۃ الشعراء اردو

یعنی

اردو زبان کے نامی گرامی شاعروں کا تذکرہ

مرتبہ

مولوی محمد فیروز الدین فیروز - منشی فاضل

ڈسکوی - مدرس فارسی میونسپل بورڈ ہائی سکول سیالکوٹ

حسب فرمایش میاں کریم بخش تاجر کتب سیالکوٹ

۱۸۸۹ء

مطبع مہر ہند سیالکوٹ میں چھپا

بار اول   تعداد جلد   قیمت ۳ حصہ ۱

دیباچہ

تذکرۃ الشعراء اردو

چونکہ امتحان نارمل سکول و ٹریننگ کالج میں اردو شاعروں
کے حالات پوچھے جاتے ہیں اور مڈل انٹرنیس کے امتحانوں
میں [illegible]ت کے حالات سے آگاہ ہونا نہایت ضروریات سے
[illegible] لوگوں کو بھی شائقین شعراء کے حالات سے واقف
[illegible] ہوتی ہے اس لئے بندہ نے اپنے مہربان دوست
[illegible] صاحب تاجر کتب سیالکوٹ کی تحریک و مدعا
[illegible] کورس اردو کے شروع سے شعراء کے حالات نکال کر علیحدہ
[illegible] صورت میں چھپوا دیئے۔ اور ساتھ ہی مولوی محمد
حسین صاحب آزاد کا لکچر نظم اردو پر جو مشتمل بر فوائد چند در چند
[illegible] کرا دیا۔ تاکہ پنجاب کے طلباء کا انتظار رفع ہو اور عام
[illegible] کا شوق پورا ہو۔

محمد فیروز الدین فیروز ڈسکوی منشی فاضل مدرس فارسی۔ ایم بی سکول سیالکوٹ

مختصر تذکرہ شعرا کا

(سودا)

مرزا محمد رفیع نام - سودا تخلص باپ کا نام مرزا محمد شفیع میرزایان کابل سے تھے بزرگوں کا پیشہ سپہ گری تھا - مرزا محمد شفیع تجارت کے طور پر وارد ہند ہوئے ہند کی خاک دامن گیر نے ایسا دامن پکڑا - کہ یہیں رہے + بقول بعض باپ کی سوداگری سودا تخلص کا موجب ہوئی + پر اصل یہ ہے کہ سودائے عشق کا خیال جو شعرا کو لگا رہتا ہے" سودا تخلص کا باعث ہوا - ۱۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے - دہلی میں پرورش پائی - . ۷ برس کی عمر میں ۱۱۹۵ھ میں لکھنو کے اندر وفات پائی + جن اشخاص نے زبان اردو کو مانجھا ہے - مرزا کا اُن میں اول نمبر ہے - کُل اہل سخن مرزا کو فن شعر و انشاء میں اُستاد مسلم الثبوت مانتے ہیں خصوصاً ہجو کہتے ہیں اِن کا کلیات ہر جگہ مل سکتا ہے - اِن کے صاحبزادہ مرزا غلام حیدر نام بھی عمدہ شاعر تھے - مجذوب تخلص کیا کرتے تھے -

میر درد

درد تخلص خواجہ میر نام - سلسلہ مادری انکا خواجہ بہاؤ الدین سے ملتا ہے - خواجہ محمد ناصر متخلص بہ عندلیب اِن کے باپ

دہلی میں بباعث پیری و مریدی کے نہایت معزز و محترم تھا - خواجہ میر درد کی غزل ۷ یا ۹ شعر کی ہوتی ہے - مگر انتخاب ہوتی ہے - حالات ان کے سنجیدہ اور متین تھے - کسی کی ہجو سے ان کی زبان آلودہ نہیں ہوئی - مذاق صوفیانہ تصوف جیسا انہوں نے کہا - اردو میں آجتک کسی سے نہیں ہوا - ۱۱۳۱ھ میں پیدا ہوئے - ۱۱۹۹ھ میں ۶۸ برس کی عمر میں وفات پائی -

(میر تقی)

میر تخلص محمد تقی نام - باپ کا نام میر عبداللہ - شرفائے اکبرآبادی سے تھے - باپ کی وفات کے بعد دلی میں آئے - اور خان آرزو اپنے ماموں کے پاس تعلیم و تربیت پائی - شیعہ مذہب تھے - ۱۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے - اور سو برس کی عمر میں ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۷۹۲ء میں فوت ہوئے - فن شعر میں نہایت مسلم الثبوت استاد ہیں - سب نے ان کا لوہا مانا ہے - غالب کا شعر ہے ؎

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ　　آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

ذوق کا شعر ہے - ؎

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب　　ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

احقیقتہً سید - یا سید الشعرا تھے -

میر سوز

محمد میر نام - پرانی دلی کے محلہ قراول پورہ میں رہا کرتے تھے

اصلی وطن بزرگوں کا بخارا تھا باپ ان کے سید ضیاء الدین بہت بزرگ
شخص تھے۔سوز پہلے میر تخلص کرتے تھے۔جب میر تقی کا تخلص میر، عالمگیر
ہوگیا۔ انہوں نے سوز اختیار کیا۔شاہ عالم کے زمانہ میں جب اہل دہلی کی تباہی
ہونے لگی تھی۔ تو سنہ ۱۱۹۱ھ میں انہوں نے فقر اختیار کیا اور لکھنو چلے گئے۔سنہ ۱۲۱۳ھ میں
۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔نواب آصف الدولہ کے استاد تھے۔ان کا
کلام بہت صاف ستھرا اور درد و سلاست زبان کے باعث میں ضرب المثل ہے۔

انشاء

انشاء تخلص۔سید انشاء اللہ خاں نام۔حکیم ماشاء اللہ خاں
کے بیٹے تھے۔ان کے بزرگ ہند میں نجف اشرف سے آئے تھے۔پھر دلی میں آکر
سکونت اختیار کی۔ رفتہ رفتہ امراے شاہی میں داخل ہوئے۔سید انشاء کے
قصائد بڑی دھوم دھام کے ہیں۔ الفاظ کی شکوہ اور طبیعت کی بلند پروازی کی
کوئی حد نہیں۔فارسی اشعار میں انتہا درجہ کی قوت رکھتے تھے۔سنہ ۱۲۳۳ھ
میں رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے۔

ناسخ

ناسخ تخلص۔شیخ امام بخش نام۔ان کے والد کا وطن لاہور تھا۔
خدا بخش خیمہ دوز کے بیٹے یا متبنیٰ تھے۔ لکھنو میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

سنہ ۱۲۵۴ھ مطابق سنہ ۱۸۳۸ء میں فوت ہوئے۔ فن شعر میں بڑے صاحب کمال تھے۔ غزلیات میں شوکت الفاظ اور بلند پروازی۔ اور نازک خیالی بہت ہے۔ مگر تاثیر اتنی نہیں۔

آتش

آتش تخلص۔ خواجہ حیدر علی نام۔ خواجہ علی بخش کے بیٹے۔ دلی کے رہنے والے تھے۔ اِن کے خاندان میں سلسلہ پیری و مریدی بھی جاری تھا۔ مگر اِنہوں نے سب کو خیر باد کہہ کر عالم شاعری میں فقط آزادی و بے پروائی کو اپنے ساتھ لیا۔ مصحفی کے شاگرد تھے۔ مگر سچ یہ ہے کہ اُستاد کا نام بھی اِنہی کی طفیل روشن ہوا۔ اپنے زمانہ میں مُسلّم الثبوت استاد تھے۔ سیکڑوں شاگرد تربیت پاکر سب کے اُستاد کہلائے۔ سنہ ۱۲۶۳ھ مطابق سنہ ۱۸۴۷ء میں وفات پائی۔

مومن

مومن تخلص۔ مومن خاں نام۔ اِن کے والد حکیم غلام نبی خاں خلف الصدق حکیم نامدار خاں شہر کے شرفا میں سے تھے۔ اِن کی ولادت سنہ ۱۲۱۵ھ میں ہوئی۔ اِن کے بزرگ جب دہلی میں آئے تو چیلوں کے کوچہ میں رہتے تھے۔ وہیں خاندان کی سکونت رہی۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے ولادت کے بعد اُنکے کان میں اذان دی۔ اور مومن خاں نام رکھا۔ شاہ عبد القادر

محدث دہلوی کے شاگرد تھے سنہ ۱۲۶۸ھ میں وفات پائی۔ اِن کے خیالات نہایت نازک اور مضامین عالی ہیں۔ اور استعارہ اور تشبیہ کے زور نے اور بھی اعلےٰ درجہ پر پہونچا دیا ہے۔ بہت سے علوم میں اُستاد تھے۔

ذوق

ذوق تخلص۔ شیخ محمد ابراہیم نام۔ شیخ محمد رمضان اِن کے والد ایک غریب سپاہی تھے۔ ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۸۵۵ء میں وفات پائی۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ **محمد ابوظفر بہادر شاہ** بادشاہ کے اُستاد تھے۔ ملک الشعرا خطاب ملا۔ اور در حقیقت اِس خطاب کے لایق تھے۔ اِن کا کلام فصیح و بلیغ۔ سلیس۔ نفیس۔ مضامین عالی۔ خیالات بلند اور پاکیزہ ہیں۔ حُسنِ ترکیبات۔ خوبیٔ محاورہ اُس پر قابل داد ہے۔ **غالب** کا ستارہ اِن کے روبرو ماند ہی رہا۔

غالب

مرزا **اسد اللہ خاں** نام۔ پہلا تخلص اسدؔ۔ پھر "**غالب**" اختیار کیا۔ سنہ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ۷۳ برس کی عمر میں سنہ ۱۲۸۵ھ سنہ ۱۸۶۹ء میں وفات پائی۔ دِلّی کے رہنے والے تھے۔ فارسی نظم و نثر کا خاص کر بہت شوق تھا۔ اور اسی کمال کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ خاندان کا سلسلہ **افراسیاب** بادشاہ

توران سے ملتا ہے شاہ عالم کے زمانہ میں انقلاب زمانہ سے اِن کے بزرگ دلی میں آئے۔ مرزا اکثر تنگدست رہا کئے۔ مگر ہمت غالب تھی۔ اِن کے خیالات عالی۔ مضامین نادر۔ مگر افسوس سیدھا سا مضمون بھی پُر تکلف اور اَدَق عبارت میں ادا کرتے ہیں۔ خود کہتے ہیں۔

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا۔

مشکل ہے بہت کلام میرا اے دل
سُن سُن کے اُسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل وگر نگویم مشکل

جو سہرا اِن کا کہا ہوا اس انتخاب میں درج ہے اُسکا مقطع ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

اِس میں بادشاہ کے اُستاد (ذوق) پر صریح تعریض ہے۔ معاملہ بگڑ گیا۔ معذرت کے لئے کچھ نظم لکھی جو اِس انتخاب میں درج ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں

استاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے

اُستاد ذوق نے جو اُس سہرے کے جواب میں فی البدیہہ سہرا کہا۔ واقعی بہت عمدہ اور قابل تعریف ہے۔ اِس انتخاب میں درج ہے۔ اُس کا مقطع یہ ہے

جس کو دعوائے سخن ہو یہ سنا دو اُس کو
دیکھ اِس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

امانت

امانت تخلص۔ سید آغا حسن نام۔ میر آغا باپ کا نام۔ ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۷۵ھ میں وفات پائی لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔ کلام ان کا سلیس نمکین ہے

نسیم

نسیم تخلص پنڈت دیا شنکر نام۔ خواجہ آتش کے شاگرد تھے۔ قصہ گل بکاولی یا گلزار نسیم ان کی تصنیف سے ہے۔ جس میں ہر مضمون کو تشبیہ کے پردہ اور استعارہ کے پیچ میں ادا کیا ہے۔ زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے۔ اختصار ان کی مثنوی میں ایک خاص وصف ہے۔ ہر معاملہ کو اس قدر مختصر ادا کیا۔ کہ جس سے زیادہ ہو نہیں سکتا۔ ایک شعر بیچ سے نکال لیں تو داستان برہم ہو جاتی ہے۔

ظفر

سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ۔ ظفر تخلص۔ معین الدین اکبر شاہ ثانی کے بیٹے۔ اخیر بادشاہ خاندان مغلیہ کے۔ شاعر کامل تھے۔ مقام رنگون میں بعارضۂ فالج ۱۸۶۲ء میں وفات پائی۔ تاریخ وفات (بجھا ہے چراغ دہلی) ہے۔ اور تاریخ جلوس (چراغ دہلی) ہے۔ ان کا کلام اکناف عالم میں مشہور ہے۔ عرفان کی غزلیں ایسی تصنیف فرمائیں۔ جن سے صوفیان باصفا۔ اور عارفان باخدا پر وجد

کا عالم طاری ہوتا ہے - اِن کا کلیات کئی جلدوں میں ہر جگہ دستیاب ہو سکتا ہے -

نظیر

مشہور شاعر ہیں - ان کا کلام بے نظیر ہے - اکبر آباد کے رہنے والے ہیں قسم قسم کے مضامین ان کے کلیات میں درج ہیں - عجب رنگین مزاج شاعر ہیں طبیعت پر بڑی آمد تھی - نام ان کا ولی محمد تھا - اور نظیر تخلص -

آزاد

آزاد تخلص - مولوی محمد حسین نام - عربی - فارسی - وغیرہ علوم میں اعلےٰ دستگاہ رکھتے ہیں - فن شعر میں اُستاد ذوق مرحوم کے شاگرد رشید ہیں - اردو لٹریچر اور اردو نظم میں ایک نئی روح پھونک دینا انہی کا کام ہے - اس نئی زبان کی نظمیں اور اُسکے مانجھنے میں شب و روز مصروف ہیں خدا اُن کی ہمت میں برکت دے اور ان کی طفیل کبھی وہ دن لائے جو اردو زبان وسعت نفاست اور قابلیت میں مغربی زبانوں پر گوئے سبقت لیجائے - اور ہر قسم کے علمی مضامین ادا کرنے کا جوہر اس میں پیدا ہو جائے - مولانا موصوف ایک سرچشمہ فیض ہیں - بیسیوں کتابیں اُن کی تالیف و تصنیف سے گھر گھر پھیل رہی ہیں - فارسی کی اول - دوم - اردو کی کتابوں کا سلسلہ آب حیات - نیرنگ خیال - جامع القواعد قصص ہند وغیرہ اُن کی تصنیف سے عام مشہور ہیں - اُن کے کارہائے نمایاں کے عوض

جشن جوبلی میں اُن کو شمس العلما کا خطاب ملا ہے - آجکل گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر عربی وفارسی کے ہیں اور اردو زباندانی میں آزاد بندہ کے بھی اُستاد - خدا اُنہیں سلامت رکھے -

حالی

حالی تخلص - خواجہ الطاف حسین نام پانی پت کے رہنے والے ہیں - اِن کے شعر میں ایک خاص خداداد لطف ہے - اِن کی تصنیف سے بہت سی کتابیں عام مشہور ہیں جیسے حیات سعدی سفرنامہ حکیم ناصر خسرو - مسدس حالی - مناجات بیوہ اور کئی اور قومیں کتابیں اور رسالے -

شمس العلما مولوی محمد حسین صاحب آزاد پروفیسر کا لکچر -

نظم اُردو

۸ - مئی ۱۸۷۴ء کو نظم اُردو کے عالم میں ایک ایسا انقلاب ہوا کہ زبان کی تاریخ میں عہد یادگار سمجھا جائیگا - نظم مذکور کی آگ ایک چقماق سے نکلی تھی جس کا ایک پرزہ شعرائے آتش بیان کی طبع روشن تھی - دوسرا پرزہ امرائے زندہ دل کی گرم طبیعت - ایک کی شوخی نے غزل اور قصیدہ کو ولادت دی - اور دوسرے کی قدردانی نے اُسے پالکر پرورش کیا - مخلوق مذکور

اُسی حالت میں بڑھبا ہوکر اپنی حد سے گزر گئی مختصر یہ کہ وہی معمولی مضمون تھے جو
پہلے اُستادوں نے نکالے تھے۔ موجود شاعر چبائے ہوئے نوالوں کی طرح اُنہیں لیتے تھے
الفاظ ادل بدل کرتے تھے۔ اور پڑھ پڑھ کر آپس میں خوش ہوتے تھے۔
صاحب ڈائرکٹر بہادر نے سال مذکور میں اُستاد پروفیسر آزاد کو ایما فرمایا۔
اُنہوں نے اس مطلب پر مناسب وقت ایک لیکچر لکھا۔ اور شام کی آمد اور رات کی
کیفیت ایک مثنوی میں رکھائی حضور ممدوح کی تجویز سے ایک تاریخ مقرر ہوئی جلسہ ہوا
اہل علم۔ اہل ذوق جمع ہوئے۔ نثر اور نظم مذکور پڑھی گئی۔ اور سب نے صلاح کر کے
ایک مشاعرہ قایم کیا۔ کہ شعرا ہر قسم کے مضامین پر طبع آزمائی کیا کریں۔ ۱۱ مہینے تک
مشاعرہ قایم رہا۔ اُس وقت نظم مذکور کی شروع پر لوگوں نے کچھ کچھ مخالفت کی۔
مگر ۱۴ برس کے عرصہ میں اتنا اثر ہوا کہ اب ہندوستان کے مشہور شہروں میں ویسی
ہی نظموں کی آوازیں آتی ہیں۔ لیکچر اور مثنوی مذکور اب نہیں ملتی۔ اور لوگ طلبگار
ہیں چونکہ یہ تاریخی مطلب ہے۔ اس کے حرفوں کو مٹنے دینا نہیں چاہئے۔ اس لئے
اس کتاب میں لیکچر مذکور کا درج کرنا مصلحت ہے۔ تاکہ نئی نسل کے خیالات میں
وسعت پیدا کرے فقط

مضمون لیکچر

اے حاضرین باتمکین! آج میں ایک ایسے امر پر گفتگو کرنے کو حاضر ہوا ہوں جس میں
دخل دینا میری حد سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ حقیقت میں اُس ملک وسیع کی زبان سے متعلق
ہے۔ جسے اہل عالم مملکت ہندوستان کہتے ہیں۔ اُس کا حال ایسا ہو رہا ہے کہ

حب الوطنی کسی طرح خاموش نہیں رہنے دیتی - امر مذکور کیا ہے ؟ نظم اور انشا پردازی اُردو زبان کی ہے - جو کہ ہمارے ہر قسم کے ادائے مطلب - اور عام تصنیفات - اور تفریح طبع کا ذریعہ ہے - اسوقت یہ موقع نہیں - کہ زبان ہند کی تحقیق میں کاوش کر کے پرانی بنیادیں نکالی جائیں - اسلئے یہی کہنا کافی ہے کہ زبان موجودہ ہماری - یعنی اردو زبان حقیقت میں ہندوستان کی برج بھاشا ہے جس میں فارس کے سافرنے آکر عمل دخل کیا - اور صاحب خانہ نے اِس بن بلائے مہمان کو اپنے وسعت اخلاق سے اُس کے خاطر خواہ جگہ دیدی -

سب جانتے ہیں کہ خود برج بھاشا اپنے عہد میں عام زبان تھی مگر درباروں اور علموں پر ان کا قبضہ تھا - یعنی سنسکرت - کہ جس کی گود میں فصاحت و بلاغت کے دریا لوٹتے تھے - اور برج بھاشا وہ زبان تھی جو کہ گھروں میں کام کاج کی باتوں اور بازاروں میں سودے سلف کے لین دین سے خاص و عام کی ضرورتیں پوری کرتی تھی - چونکہ بھاشا علمی اور تصنیفی زبان نہ تھی - اسواسطے اس میں استعارہ اور تشبیہ سے انشا پردازی کی باریکیاں اس اعلے درجہ پر نہ پہونچیں جو سنسکرت میں ہیں - پھر بھی وہ ہر ایک موقعہ پر اس خوبی اور خوش اسلوبی سے اپنا مطلب پورا پورا ادا کرتی تھی - جس کی کیفیت کو جاننے والے ہی جانتے ہیں -

جب بھاشا سے اُردو پیدا ہوئی تو کئی سو برس تک اُس میں باتیں ہی باتیں رہیں یعنی تحریر اور تصنیف تک نوبت نہ پہونچی - لیکن جسطرح کوئی زمین بے روئیدگی کے نہیں رہ سکتی - اِسی طرح کوئی زبان بے نظم کے نہیں رہ سکتی - چنانچہ پریشان شعر تو

کئی سو برس سے اردو میں چلے آتے تھے۔ جب شاہ جہاں کے بعد زبان موجودہ کی عمر سو برس کی ہوئی تو ولی شاعر پیدا ہوئے۔ اور ساتھ ہی جا بجا دیوان ترتیب ہونے لگے۔

اردو کی مالک اُن لوگوں کی اولاد تھی جو اصل میں فارسی زبان رکھتے تھے۔ اسی واسطے اُنہوں نے تمام فارسی بحریں اور فارسی کے دلچسپ اور رنگین خیالات اور اقسام انشا پردازی کا فوٹو گراف فارسی سے اردو میں اوتار لیا۔ تعجب یہ ہے کہ اس نے اس قدر خوش ادائی اور خوشنمائی پیدا کی۔ کہ ہندی بھاشا کے خیالات جو خاص اس ملک کے حالات کے بموجب تھے اُنہیں بھی مٹا دیا۔ چنانچہ خاص و عام پپیہے اور کوئل کی آواز اور چنپا۔ چنبیلی کی خوشبو کو بھول گئے۔ ہزار و بلبل اور نسرین و سنبل جو کبھی دیکھی بھی نہ تھیں اُن کی تعریفیں کرنے لگے۔ رستم و اسفندیار۔ کی بہادری کوہ الوند اور بے ستون کی بلندی۔ جیحوں۔ سیحوں کی روانی نے یہ طوفان اُٹھایا کہ ارجن کی بہادری ہمالہ کی ہری ہری پہاڑیاں برف سے بھری چوٹیاں اور گنگا جمنا کی روانی کو بالکل روک دیا۔

اس میں شک نہیں کہ ایک اعتبار سے ہمیں فارسی زبان کا ممنون احسان ہونا چاہیئے کہ اُس کی بدولت ہماری کلام میں بلند پروازی اور جوش خروش کا زور پیدا ہو گیا۔ اس کے استعارہ اور تشبیہوں سے نازک اور لطیف خیالات کے ظاہر کرنے کی قوت ہو گئی۔ لیکن چونکہ یہ خیالات فارسی کی نظم و نثر سے آئے ہیں۔ جہاں کے چمن میں باریک استعاروں کی نسیم خوشبو پھیلاتی ہے۔ اور لطیف لطیف

تشبیہوں کی شبنم شاداب کرتی ہے۔ اسلئے انہیں پھولوں کا عطر اس زبان میں آیا بیشک اُن کی بلند پروازی اور نازک خیالی جس درجہ ہے اس کی حد نہیں۔ لیکن اصل مطلب کو ڈھونڈو تو باریکی اور تاریکئ الفاظ اور استعاروں کے اندھیرے میں ایک جگنو ہے کہ کبھی چمکا اور کبھی غائب۔

اے گلشن فصاحت کے باغبانو! فصاحت اسے نہیں کہتے کہ مبالغہ اور بلند پروازیوں کے بازوں سے اوڑے۔ قافیوں کے پروں سے فرفر کرتے گئے۔ لفاظی اور شوکت الفاظ کے زور سے آسمان پر چڑھتے گئے اور استعاروں کی تہ میں ڈوب کر غائب ہو گئے۔ فصاحت کے معنی یہ ہیں کہ خوشی یا غم کسی شے پر رغبت یا اُس سے نفرت۔ کسی شے سے خوف یا خطر یا کسی پر قہر یا غضب۔ غرض جو خیال ہمارے دل میں ہو اُس کے بیان سے وہی اثر۔ وہی جذبہ۔ وہی جوش سُننے والوں کے دلوں پر چھا جائے۔ جو اصل کے مشاہدہ سے ہوتا۔ بیشک مبالغہ کا زور۔ تشبیہ اور استعارہ کا نمک۔ زبان میں لطف اور ایک طرح کی تاثیر زیادہ کرتا ہے۔ لیکن نمک اتنا ہی چاہئے کہ جتنا نمک۔ نہ کہ تمام کھانا نمک۔ تشبیہ اور استعارہ ہمارے مطلب میں ایسے ہونے چاہئیں۔ جیسے کسی معرکہ یا دربار یا باغ کی تصویر پر آئینہ۔ کہ اُس کیفیت کو زیادہ روشن کرے۔ نہ اتنے آئینے کہ تصویر کا اصلی حال ہی نہ دکھائی دے۔ تب اس موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ہمیں چاہئے کہ اپنی ضرورت کے بموجب استعارہ اور تشبیہ اور اضافتوں کے اختصار فارسی سے لیں۔ سادگی اور اظہار اصلیت کو بھاشا سے سیکھیں۔ لیکن پھر بھی قناعت جائز نہیں۔

کیونکہ رنگ زمانہ کا کچھ اور ہے - ذرا آنکھیں کھولیں گے - تو دیکھیں گے - فصاحت
وبلاغت کا عجائب خانہ کھلا ہے - جس میں یورپ کی زبانیں اپنی اپنی تصانیف
کے گلدستے - ہار - طرّے ہاتھوں میں لئے حاضر ہیں - اور ہماری نظم خالی ہاتھ
الگ کھڑی منہ دیکھ رہی ہے - لیکن اب وہ بھی منتظر ہے کہ کوئی صاحب ہمت ہو -
جو میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھائے -

اے میرے اہل وطن ! اس سے نہ سمجھنا کہ میں تمہاری نظم کو سامان آرائش سے
مفلس کہتا ہوں - نہیں - اُس نے اپنے بزرگوں سے لمبی لمبی خلعت اور بھاری بھاری
زیور میراث پائے - مگر کیا کرے کہ خلعت پُرانی ہوگئی - اور زیوروں کو وقت نے بے رواج
کردیا - تمہارے بزرگ اور تم ہمیشہ سے نئے مضامین اور نئے انداز کے موجد رہے -
مگر نئے انداز کے خلعت وزیور جو آج کے مناسب حال ہیں - وہ انگریزی صندوقوں
میں بند ہیں - کہ ہمارے پہلو میں دھرے ہیں - اور ہمیں خبر نہیں - ہاں صندوقوں
کی کنجی ہمارے ہموطن انگریزی دانوں کے پاس ہے - اب مجھے دوسری طرف
متوجہ ہونا واجب ہے - یعنے اے انگریزی کے سرمایہ دارو ! تم اپنے ملک کی نظم
کو ایسی حالت میں دیکھتے ہو - اور تمہیں افسوس نہیں آتا - تمہارے بزرگوں
کی یادگار عنقریب مٹا چاہتی ہے - اور تمہیں اس کا درد نہیں آتا - اپنے خزانہ
اور نئے توشہ خانہ سے ایسا بندوبست نہیں کرتے کہ جس سے وہ اپنی حیثیت
درست کرکے کسی دربار میں جانے کے قابل ہو - یہ وطن کا فرض ہے کہ قرض سے
زیادہ اُسکا ادا کرنا واجب ہے -

بھاشا پر جو فارسی نے اثر کیا اور اُس سے نظم اور انشا سے اردو نے ایک خاص
لطافت حاصل کی۔ وہ اُن لوگوں کی بدولت ہوئی کہ بھاشا اور فارسی دونوں سے
واقف تھے۔ تم خیال کرو کہ جو اُس وقت بھاشا اور فارسی کا حال تھا۔ آج بعینہ
اردو و انگریزی کا حال ہے۔ پس اسکی نظم میں اگر انگریزی کے خیالات کا پرتوہ
حاصل ہوگا۔ تو اُنہی لوگوں کی بدولت ہوگا جو دونوں زبانوں سے واقف ہونگے۔
اور سمجھینگے کہ انگریزی کے کون سے لطائف اور خیالات ایسے ہیں۔ جو اُردو کے لئے
زیور زیبائش ہوسکتے ہیں۔"

اے میرے اہل وطن! مجھے بڑا افسوس اس بات کا ہے۔ کہ عبارت کا زور مضمون
کا جوش وخروش۔ اور لطائف و صنائع کے سامان۔ تمہارے بزرگ اسقدر دے
گئے ہیں۔ کہ تمہاری زبان کسی سے کم نہیں۔ کمی فقط اتنی ہے کہ وہ چند بے موقع
احاطوں میں گھِر کر محبوس ہوگئے ہیں۔ وہ کیا ہے مضامین عاشقانہ ہیں۔ جس
میں کچھ وصل کا لطف۔ بہت سے حسرت وارمان۔ اُس سے زیادہ ہجر کا رونا۔ شراب
ساقی۔ بہار۔ خزاں۔ فلک کی شکایت اور اقبال مندوں کی خوشامد ہے۔ یہ مطالب
بھی بالکل خیالی ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایسے پیچیدہ اور دُور دُور کے ہنجار
میں ہوتے ہیں کہ عقل کام نہیں کرتی۔ وہ اسے خیال بندی اور نازک خیالی کہتے
ہیں۔ اور فخر کی موچھوں پر تاؤ دیتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ اِن [illegible]
سے ذرہ بھی نکلنا چاہیں تو قدم نہیں اٹھا سکتے۔ یعنی اگر کوئی واقعی سرگذشت
یا علمی مطلب یا اخلاقی مضمون نظم کرنا چاہیں تو اسکے بیان میں بدمزہ ہوجاتے

ناہیں۔
پس ہمیں اس سے زیادہ کیا افسوس ہوگا۔ کہ ہم اپنے زوروں کو بے اصل اور معدوم باتوں میں ضایع کرتے ہیں۔ اور جواہر کے خزانے کام کی جگہ نہیں لگا سکتے بے جگہ لٹاتے ہیں۔ کیسی حسرت آتی ہے۔ جب میں زبان انگریزی میں دیکھتا ہوں کہ ہر قسم کے مطالب و مضامین کو نثر سے زیادہ خوبصورتی کے ساتھ نظم کرتے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ کلام میں جان ڈالتے ہیں۔ اور مضمون کی جان پر احسان کرتے ہیں لیکن ہمیں کیا؟ سُنکر ترسیں اپنے تئیں دیکھ کر شرمائیں۔ کاش ہم جو ٹوٹی پھوٹی نثر لکھتے ہیں اُتنی ہی قدرت نظم پر بھی ہو جاوے جس کے اعلےٰ درجہ کے نمولے انگریزی میں موجود ہیں۔ پھر بھی ہم دیکھتے ہیں ہمارے بزرگ ردیف وقافیہ کے ساتھ ویسی دلپسند بحریں اور نازک خیالیوں کے سامان ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں کہ اگر ہمت کریں تو کسی سے پیچھے نہ رہیں۔
اے میرے اہل وطن! ہمدردی کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں جب مجھے نظر آتا ہے کہ چندروز میں اس رائج الوقت نظم کا کہنے والا بھی کوئی نہ رہے گا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ بسبب بیقدری کے اور کہنے والے پیدا نہ ہونگے۔ کئی پرانی صورتیں باقی ہیں۔ وہ چراغ سحری ہیں۔ انجام یہ کہ زبان ہماری ایک دن نظم سے بالکل محروم ہوگی۔ اور اردو میں نظم کا چراغ گل ہوگا۔
میرے اہل وطن! آؤ آؤ برائے خدا اپنے ملک کی زبان پر رحم کرو۔ اُٹھو اُٹھو وطن اور اہل وطن کی قدیمی ناموری کو بربادی سے بچاؤ۔ تمہاری شاعری جو چند مدت

احاطوں میں بلکہ چند زنجیروں میں مقید ہو رہی ہے - اسکے آزاد کرنے میں کوشش کرو - نہیں تو ایک زمانہ تمہاری اولاد ایسا پائے گی - کہ اُن کی زبان شاعری کے نام سے بے نشان ہوگی - اور اس فخر آبائی - اور بزرگوں کی کمائی سے محروم ہونا بڑے افسوس کا مقام ہے -

اسمیں شک نہیں کہ سردست یہ کام کچھ مشکل ہے - کیونکہ ان محدود احاطوں میں جو کچھ موجود ہے وہ ڈیڑھ سو برس سے آجتک بڑے بڑے سحرالبیان فصیحوں نے شام کو صبح اور صبح کو شام کرکے پیدا کیا ہے - دلوں کے خون اور دماغوں کے روغن پسینے کرکے بہائے ہیں - جب یہ دلپسند خیالات شستہ الفاظ - پاکیزہ ترکیبیں - خوشنما تراشیں - مضمون کی گرمیاں انداز کی شوخیاں پیدا ہوئی ہیں کہ سننے والوں کے کانوں میں رس ڈالتی ہیں - اگر کوئی موزون طبع چاہے کہ تمام چیزیں جو آنکھوں کے سامنے ہیں - اُن میں سے جسکو چاہے لے اور اُون پر شاعری خرچ کرکے وہ ہی لطف کلام پیدا کرے - تو آج نہایت مشکل بات ہے - تمام عالم کی تعریفیں اور ہمارے شکریئے اُن مزاروں پر پھول برساتے ہیں - جن کے سونے والوں نے انھیں چھوٹے چھوٹے احاطوں میں وہ کچھ کیا کہ سالہا سال چاہئیں - جو ایسے لوگ پیدا ہوں - ویسی کوششیں کریں - اور ویسے ہی لطیف اور خوش آئندہ انداز عموماً زبان میں پیدا ہوں -

تو بھی ہمیں مایوس ہونا نہ چاہیے - اگر کوشش کرینگے - تو ہم بھی کچھ نہ کچھ کر رکھیں گے - کیونکہ دلی دن بھر میں گلزار نہیں ہوگئی تھی - اس سے بڑھکر یہ ہے کہ وہ مضامین جو اب تک اُن احاطوں کو آباد کر رہے ہیں وہ خود اس قیامت کے مضمون ہیں جنھیں شیطان ملعون نے اپنے سامنے مزے لے لے کر کوٹ کوٹ کر بھر دئے ہیں - اگر کسی شاعر کی زبان میں قدرتی لذت کم ہو - تو بھی مضامین مذکورہ اپنی گرمی سے رنجک کی طرح شعر کو سے اُڑتے ہیں - البتہ عام مضامین میں ایسی چمک دمک پیدا کرنے کے لئے ایک

قدرتی قوت زبان و بیان کی اور اصلی فصاحت اعلےٰ درجہ کی چاہئے - اگرچہ مدت سے مجھے اور اکثر اہل وطن کو اسکا خیال ہے - مگر اب تقریر میں آنے کا باعث یہ ہے کہ دیکھتا ہوں آجکل ہماری گورنمنٹ اور اُن ارکین کو اسطرف توجہ ہوئی ہے جنکے دل ہماری تعلیم کا ذمہ اُٹھائے ہوئے ہیں سچ پوچھو تو ہماری انشا کے ستارۂ اقبال کی مبارک ساعت ہے - اس موقع پر ہماری تھوڑی کوشش بھی بہت سا اثر کرے گی +

میرے اہل وطن! تمہاری جماعت دو فرقوں سے مرکب ہے - ایک ہندو ایک مسلمان تم جانتے ہو کہ ہندو کون ہیں؟ ہندو وہ ہیں - کہ آج ہم جس بات کی آرزو کرتے ہیں - وہ اُن کی زبان کا اصلی جوہر ہے - اگر بھاشا ہے - تو وہ اصلی حالتوں کے ادا کرنے میں سب پر فائق ہے - سنسکرت کی قوت نظم خود بیان سے باہر ہے - کیونکہ مضامین شاعرانہ درکنار - اُس نے تاریخ سے لیکر جغرافیہ - طب - منطق - فقہ - تک جس علم کو لیا - نظم کی خبری میں کھینچ لیا - دوسرا فرقہ مسلمان جن کی اصل عرب - عربی وہ زبان ہے کہ جس میں مرد تو بالائے طاق - گھروں کی عورتیں اور لونڈیاں جب اپنی جوش تقریر پر آتی ہیں تو اُن کا کلام ایک پُر زور نظم ہو جاتا تھا - کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ ایسے بزرگوں کی اولاد اپنے بزرگوں کی میراثوں سے محروم ہو - کیا یہ حیف کی جگہ نہیں کہ آج ہماری زبان حرف تاثیر سے خالی ہو - کیا یہ شرم کی جگہ نہیں کہ اوروں کے سامنے ہماری زبان ضعف بیانی کے ساتھ ہزار نقصوں سے مطعون ہو - اے خاک ہندوستان اگر تجھ میں امرا القیس اور لبید نہیں تو کوئی کالیداس ہی نکال - اے ہندوستان کے صحرا و دشت فردوسی اور سعدی نہیں تو کوئی والمیک ہی پیدا کر دو - جاننے والے جانتے ہیں کہ شاعری کے لئے اول قدرتی جوہر بعد اسکے چند تحصیلی اور علمی لیاقتیں چاہئیں - بعد اس کے شوق کامل اور مشق دوامی فقط -

تمام شد